یہ 'مُلّا' ....

ایک اسلام، از جناب ڈاکٹر غلام جیلانی برق، پی ایچ ڈی۔ شائع کردہ: کتاب منزل، لاہور، قیمت: (مجلد مع رنگین گردپوش) چار روپے۔

یہ 'دو اسلام' اور 'دو قرآن' والے برق صاحب کی نئی پیش کش ہے اور بہت سے عجائبات و لطائف کی حامل۔ اِس کتاب کا اصل ہدف ملّا ہے، جو ڈاکٹر صاحب کے نزدیک تمام ترقیوں میں حائل ہے، حقیقی اسلام سے ہٹا کر عوام کو اپنے پیچھے لگائے ہوئے ہے..... ڈاکٹر صاحب کا یہ اندازہ بالکل غلط ہے۔ آج کی دنیا اور آج کے عوام ملّا کی لیڈرشپ میں نہیں چل رہے ہیں، بلکہ ملحد اور مذہب سے منحرف مسٹروں کے زیرِ قیادت ہیں۔ خود ہماری سوسائٹی میں محلے کی چودھراہٹ سے لے کر مرکزی وزارت تک ملّا کہیں برسرِ اقتدار نہ ملے گا، مسٹر ملے گا (جیسے کہ خود آپ ہی نے لکھا ہے کہ 'ہمارا ملّا اس قدر بے کار ہو چکا ہے کہ تکفین و تدفین کی رسومات کے علاوہ دنیا کے کسی اور میدان میں قیادت کے قابل ہی نہیں رہا، ص ۶۰)۔ ایک تنگ سے گوشے میں ملّا کا محض ذہنی سا اثر باقی ہے مگر اجتماعی عملی زندگی سے وہ مدت ہوئی کہ الگ کیا جا چکا ہے۔ آج وہ سوسائٹی میں اتنا گرا ہوا ہے کہ شاعر، ادیب اور صحافی ہی نہیں، گلی کا ایک لونڈا بھی اُس پر بے تکلف پھبتیاں کسنے کی مشق کرتا رہتا ہے۔ پس اس درجہ گر جانے والے ملّا کے خلاف اتنے فکری لاؤلشکر سے میدان میں آنا مضحکہ انگیز سی حرکت معلوم ہوتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اصل اسلام پر ناوک اندازی [تیر چلانا] کرنے کے لیے مُلّا کو سامنے رکھنا مفید گردانا گیا ہو، تاکہ جو گالیاں وہ دراصل اسلام کو دینا چاہتے ہیں وہ بظاہر مُلّا پر برستی نظر آئیں۔

جو کچھ بھی ہو، غریب مرے ہوئے ملّا کو مارنے کے لیے ڈاکٹر صاحب نے شاہ مدار بن کر جس حُسنِ کلام سے کام لیا ہے، وہ کسی ادیب اور مصلح کو تو کیا، اپنی انسانیت کا احساس رکھنے والے ایک اوسط درجے کے شریف آدمی کو بھی زیب نہیں دیتا۔ ہماری بے لاگ رائے یہ ہے کہ اس میدان میں ڈاکٹر صاحب بازاری تقریربازوں کی سطح پر اُتر آئے ہیں۔ بطور 'تبرک' یہاں ہم دو ایک جملے پیش کرتے ہیں: ''بے شک اگر اعمال کے پارسل باندھنے کا کام حضرت مولانا کے سپرد ہوا تو یہ غیرمسلموں کے بہالہ جتنے اعمال بھی اُٹھا کر باہر پھینک دیں گے اور اپنا ڈھیلا تک ہمراہ لے جائیں گے''۔

ڈاکٹر صاحب جہاں بھی ملّا پر برسے ہیں ایسی ہی گھٹیا زبان میں برسے ہیں..... بخلاف اس کے جہاں ڈاکٹر صاحب نے اپنے نظریات کو بالکل اثباتی طور پر پیش کیا ہے وہاں ان کا اندازِ بیان سنجیدہ بھی ہے اور شگفتہ بھی۔ خاص طور پر جن مواقع پر موصوف اسلام کے عقائد کو اپنی اجتہادی فکر سے مجروح کیے بغیر پیش فرماتے ہیں، وہاں تو تحریر ادبیت اور اثرانگیزی کے لحاظ سے بالکل معیاری ہوگئی ہے۔ ('مطبوعات'، نعیم صدیقی، ترجمان القرآن، جلد ۳۹-۴۰، جمادی الثانی، رجب ۱۳۷۲ھ، مارچ، اپریل ۱۹۵۳ء، ص ۳۹-۴۱)